QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

عالمی سیاست میں معاندانہ رویوں کے عروج کا قرآنی حل: اسلامی اقدار اور جدید رویوں کا تقابلی تجزیہ

The Qur'anic Solution to the Rise of Hostile Attitudes in Global Politics: A Comparative Analysis of Islamic Values and Modern Attitudes

Dr. Muhammad Zakir

Teacher, Boys High School Gole Skardu. Email: zakir5ps@gmail.com

Dr Rizwana Gul

Assistant professor, Abdul Wali Khan University Mardan. Email: rizwanagul@awkum.edu.pk

Dr. Khalid Mahmood

Lecturer, Dept. of Pakistan Studies, Allama Iqbal Open University Islamabad.

Email: khalid.mahmood@aiou.edu.pk

In today's global political landscape, the rise of hostile attitudes and divisive rhetoric has created significant challenges to peace and cooperation. This research explores the Qur'anic approach to addressing such hostility by examining the core values of Islam and contrasting them with modern political behaviors. The need for this study stems from the increasing polarization in international relations and the growing gap between moral principles and political practice. The objective of this research is to investigate how Qur'anic teachings on patience, justice, and reconciliation can offer a solution to contemporary political hostility, and to compare these values with the often adversarial and pragmatic attitudes prevalent in modern politics. This study aims to highlight the potential for Islamic values to contribute to a more harmonious and cooperative global order. The expected results will provide a comprehensive understanding of how Islamic teachings can be applied to mitigate hostility in global politics and foster a culture of mutual respect and dialogue. By offering a comparative analysis, this research will present an alternative framework for addressing political tensions in the modern world.

Keywords: Qur'anic solutions, global politics, hostility, Islamic values, modern attitudes.

رویے کا تعارف:

فیروز اللغات کے مطابق، رویہ کا مطلب ہے چال چلن، دستور، قاعدہ، برتاو، ڈھنگ، اور معمولات۔[1]

رویے کے لیے انگریزی میں مندرجہ ذیل الفاظ استعمال ہوتے ہیں: attitude اور behavior۔ Attitude کا مطلب ہے انداز، ادا، یا رویہ، جبکہ behavior کا معنی ہے چال چلن، طور اطوار، یا برتاؤ۔[2]

Popular Oxford Practical Dictionary میں ہے:

> "Attitude is a relatively stable evaluative disposition directed toward some object or event; it consists of feelings, behaviors, and beliefs[3]".
>
> یعنی رویے سے مراد کسی شے یا واقعہ کی طرف کم و بیش مستقل رجحان ہوتا ہے اور یہ احساسات، طرز عمل اور اعتقادات پر مشتمل ہوتا ہے۔

ارسطو کے مطابق، ہر شخص کے اندر ایک خاص قوت اور طاقت ہوتی ہے جس سے وہ اپنے تمام اعمال اور افعال پر کنٹرول حاصل کرتا ہے۔ یہی طاقت اس کے رویوں کی ذمہ دار ہوتی ہے اور اسے روح کہا جاتا ہے۔ جان لاک کے مطابق، ذہن، سوچ، خیال، احساسات، جذبات، رجحانات، خواہشات، اور اسی طرح کے دیگر تمام افعال اور رویوں کا مجموعہ نفسیات کہلاتا ہے۔ انہوں نے لفظ "سائیکی " (psyche) کو علم نفسیات کی رو سے ذہن کا علم قرار دیا۔[4]

انسانی رویوں کے نفسیات پر اثرات:

نفسیات کے مطابق کسی شخصیت کا رویہ یا سلوک وہ طریقہ کار ہے جو اس کے روزمرہ زندگی کے معمولات میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس سلوک کا اطلاق فرد کے کسی ایک عمل یا مکمل فطرت پر کیا جا سکتا ہے۔ سلوک کو رویہ بھی کہا جاتا ہے، اور مختلف معاشرتی سائنسز اپنے زاویہ نگاہ سے انسان کے معاشرتی مسائل کا تجزیہ کرتی ہیں۔ معاشرتی نفسیات (social psychology) ایک ایسی شاخ ہے جو فرد اور گروہ کے درمیان باہمی تعامل کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ معاشرتی نفسیات دان یہ مانتے ہیں کہ معاشرتی مسائل کو حل کرنے کے لیے فرد کے رویے کا تجزیہ ضروری ہے۔ ایک فرد اپنے رویے کو کیسے پروان چڑھاتا ہے، اور معاشرتی ماحول اس پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے، یہ معاشرتی نفسیات کے اہم سوالات ہیں۔ ان کے مطابق، اگر سائنسی اصولوں کا اطلاق درست طریقے سے کیا جائے تو معاشرتی نفسیات بہت سے معاشرتی مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔[5]

معاندانہ رویوں کا تعارف:

معاندانہ رویے سے مراد وہ طرز عمل ہے جس میں فرد یا گروہ دوسروں کے ساتھ دشمنی، بغض، یا ضد کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ایسے رویے میں عام طور پر دوسروں کے جذبات کو نظر انداز کیا جاتا ہے، اور مقصد عموماً نقصان پہنچانا یا نفرت کا اظہار کرنا ہوتا ہے۔ معاندانہ رویے کا

---

[1] Mawlānī Fīrūzuddīn, Fīrūz al-Lughāt (Karāchī: Fīrūz Sons, 2012), 731.

[2] T. M. Yūsuf and Ṣāimah Yūsuf, Jadīd Nafsīyāt (Lahore: ʿIlmī Kutub Khānah, 2006), 387.

[3] Popular Oxford Practical Dictionary (Lahore: Oriental Book Society, Ganpati Road), 851.

[4] Floyd L. Ruch, Psychology of Life (Glenview, IL: Scott, Foresman and Company, 1967), 11.

[5] Ṭāriq Maḥmūd Mughal, Muʿāshratī Nafsīyāt (Lahore: Urdū Science Board, 2013), 22.

اظہار غصے، جھگڑے، یا زبانی و جسمانی حملوں کی شکل میں ہو سکتا ہے۔ یہ رویے نہ صرف معاشرتی تعلقات کو خراب کرتے ہیں بلکہ فرد کی ذہنی اور جذباتی صحت پر بھی منفی اثرات ڈالتے ہیں، اور اکثر تنازعات کو جنم دیتے ہیں۔[6]

معاندانہ رویوں کا آغاز:

معاندانہ رویوں کی تاریخ کا آغاز تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت سے ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، لیکن ابلیس نے تکبر اور عدم برداشت کا رویہ اپناتے ہوئے انکار کیا۔ اس نے اپنی تخلیق کو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بہتر قرار دیتے ہوئے تکبر کا مظاہرہ کیا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ ابلیس کا یہ رویہ معاندانہ تھا، کیونکہ اس نے اللہ کے حکم کو نہ مانتے ہوئے اپنے غرور اور برتری کا دعویٰ کیا۔ اس انکار کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو ہمیشہ کے لیے مردود قرار دے دیا۔ یہ واقعہ معاندانہ رویے کی قدیم ترین مثال ہے، جہاں ایک فرد نے برتری کے احساس میں مبتلا ہو کر حکم عدولی کی اور نافرمانی کی سزا بھگتی۔ اس کے بعد، ابلیس نے حضرت آدم اور حوا کو جنت سے نکالنے کے لیے سازشیں کیں، جو اس کے معاندانہ رویے کا تسلسل تھا۔ اس رویے نے انسانی تاریخ میں شیطان کے کردار کو دشمنی، حسد، اور مخالفت کا مظہر بنا دیا، اور یہ رویے بعد میں بھی مختلف صورتوں میں انسانی تعلقات اور سماجی مسائل میں ظاہر ہوتے رہے۔

معاندانہ رویوں کی تاریخ کے حوالے سے قرآن مجید میں ابلیس کے واقعے کا ذکر کئی مقامات پر آیا ہے۔ درج ذیل آیات اور ان کا ترجمہ اس موضوع سے متعلق ہیں:

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ"۔[7]

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے انکار کیا، تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔

"قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ۖ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ"۔[8]

(اللہ پاک نے) فرمایا: "تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہیں کرتا، جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟" (ابلیس) نے کہا: "میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے۔"

"قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ"۔

(اللہ پاک نے) فرمایا: "تو یہاں سے اتر جا، تیرے لیے یہ جگہ نہیں کہ تو یہاں تکبر کرے۔ نکل جا، بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے۔"

یہ آیات ابلیس کے معاندانہ رویے اور اس کے نتیجے میں اللہ کے غضب کا مظہر ہیں۔

قابیل کا حضرت ہابیل کے ساتھ معاندانہ رویہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں، قابیل اور ہابیل، کے واقعے کو بیان کیا ہے جو انسانی تاریخ میں پہلی قتل کی واردات تھی۔ یہ واقعہ معاندانہ رویے اور عدم برداشت کی ایک مثال ہے، جس میں قابیل نے حسد اور غصے کے زیر اثر اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[6] Robert A. Baron and Don Byrne, Social Psychology: Understanding Human Interaction (Boston: Allyn & Bacon, 1994), 456.

[7] Al-Baqarah, āyah 34:2.

[8] Al-Aʻrāf, āyāt 12-13.

"وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ ۖ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ ۖ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ "۔[9]

"اور آپ ان کو آدم کے دو بیٹوں کا حال حق کے ساتھ پڑھ کر سنائیے، جب ان دونوں نے قربانی پیش کی، تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی، (قابیل نے) کہا: "میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔" (ہابیل نے) کہا: "اللہ صرف متقیوں کی قربانی قبول کرتا ہے۔"

"لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ "۔

اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا، کیونکہ میں اللہ، جو تمام جہانوں کا رب ہے، سے ڈرتا ہوں۔

"فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ "۔

آخرکار، اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا، تو اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا، اور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔

یہ واقعہ قابیل کے حسد اور معاندانہ رویے کی واضح مثال ہے۔ جب قابیل کی قربانی قبول نہ ہوئی اور ہابیل کی قبول ہو گئی، تو قابیل نے حسد کے باعث اپنے بھائی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ ہابیل نے قابیل کو اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کی، لیکن قابیل کا نفس اس پر غالب آ گیا، اور اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ اس بات کا عکاس ہے کہ حسد اور تکبر جیسے معاندانہ رویے نہ صرف انسان کو جرم کی طرف دھکیلتے ہیں بلکہ انہیں دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں شامل کر دیتے ہیں۔

عالمی سیاست میں معاندانہ رویوں کا کردار:

عالمی سیاست میں معاندانہ رویے ہمیشہ سے تنازعات، جنگوں، اور عدم استحکام کی جڑ رہے ہیں۔ مختلف ممالک اور گروہوں کے درمیان حسد، نفرت، اور برتری کے جذبات نے نہ صرف بین الاقوامی تعلقات کو متاثر کیا بلکہ امن کے قیام میں بھی رکاوٹیں پیدا کیں۔ معاندانہ رویوں کی بنیادی وجوہات میں اقتصادی مفادات، نظریاتی اختلافات، اور جغرافیائی حدود پر قبضے کی خواہش شامل ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ معاندانہ رویے اکثر بڑی عالمی جنگوں کا سبب بنے ہیں، جیسے پہلی اور دوسری جنگ عظیم۔ سرد جنگ کے دوران بھی معاندانہ رویے امریکہ اور سوویت یونین کے درمیان طاقت کے توازن کے لیے مسلسل کشمکش کا باعث بنے رہے۔ ان رویوں کی وجہ سے مختلف ممالک نے دفاعی اتحاد بنائے اور اسلحہ کی دوڑ میں شامل ہو گئے، جس سے دنیا میں خوف اور عدم اعتماد کی فضا پیدا ہوئی۔ معاندانہ رویے نہ صرف حکومتوں کے درمیان پائے جاتے ہیں بلکہ غیر ریاستی عناصر، جیسے دہشت گرد تنظیمیں، بھی اس رویے کو فروغ دیتی ہیں۔ ان تنظیموں کے حملے عالمی امن کے لیے ایک مستقل خطرہ ہیں۔ آج کے دور میں، عالمی سیاست میں معاندانہ رویوں کو ختم کرنے کے لیے مذاکرات، سفارت کاری، اور اقتصادی تعاون کی ضرورت ہے تاکہ دنیا کو پائیدار امن کی طرف لے جایا جا سکے۔

اس سے متعلق Politics Among Nations: The Struggle for Power and Peace میں ہے:

"Hostile behaviors in international politics often stem from a nation's fear of losing power or status. Such behaviors not only trigger conflicts

[9] Al-Mā'idah, āyāt 27-30.

but also hinder diplomatic efforts, creating a cycle of animosity that is hard to break. The underlying factors usually involve territorial disputes, economic interests, and ideological differences".[10]

"عالمی سیاست میں معاندانہ رویے اکثر کسی قوم کے اقتدار یا حیثیت کھونے کے خوف سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے رویے نہ صرف تنازعات کو جنم دیتے ہیں بلکہ سفارتی کوششوں میں رکاوٹ بھی بنتے ہیں، جس سے دشمنی کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جسے ختم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ان رویوں کے پیچھے عام طور پر جغرافیائی حدود کے تنازعات، اقتصادی مفادات، اور نظریاتی اختلافات ہوتے ہیں"۔

اس اقتباس میں عالمی سیاست میں معاندانہ رویوں کے عروج کو بیان کیا گیا ہے، جو اکثر اقتدار یا حیثیت کے کھونے کے خوف سے جنم لیتے ہیں۔ جب ایک قوم کو اپنے مفادات یا طاقت کو خطرہ محسوس ہوتا ہے، تو وہ دشمنی اور معاندانہ رویے اختیار کرتی ہے، جس سے تنازعات اور جنگیں جنم لیتی ہیں۔ جغرافیائی حدود، اقتصادی مفادات، اور نظریاتی اختلافات اس دشمنی کی اہم وجوہات ہیں۔ معاندانہ رویے نہ صرف امن اور سفارتی کوششوں کو نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ دشمنی کے ایک مسلسل دائرے کو جنم دیتے ہیں، جو عالمی استحکام کو شدید متاثر کرتا ہے۔ نیز اس کے مختلف پہلو بھی درج ذیل ہیں:

قومی مفاد کی برتری:

عالمی سیاست میں معاندانہ رویوں کا ایک اور پہلو "قومی مفاد کی برتری" ہے، جس میں ہر ملک اپنے قومی مفادات کو اولیت دیتا ہے، چاہے اس کے لیے دوسرے ممالک کے ساتھ دشمنی کیوں نہ بڑھانی پڑے۔ یہ رویہ طاقت کے توازن میں بگاڑ پیدا کرتا ہے، کیونکہ ممالک اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے جارحانہ پالیسیاں اپناتے ہیں، جیسے عسکری توسیع یا اقتصادی پابندیاں۔ اس نقطہ نظر کے تحت، اقوام اپنے دشمنوں کے خلاف اتحاد تشکیل دیتی ہیں اور معاہدوں کو توڑتی ہیں، جس سے عالمی سیاست میں معاندانہ رویے مزید بڑھ جاتے ہیں اور عالمی امن خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے مہتاب منظر صاحب اپنی کتاب "بین الاقوامی سیاست" میں لکھتے ہیں جس کا مفہوم ہے:

"دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد امریکہ اور سوویت یونین کے درمیان بنیادی نظریاتی اختلافات اور طاقت کی کشمکش نے عالمی سیاست میں معاندانہ رویوں کو فروغ دیا۔ دونوں ممالک نے ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈا اور اپنی فوجی طاقت کو بڑھانے میں مصروف ہو کر سرد جنگ کی بنیاد رکھی۔ اس کشیدگی نے دنیا کو دو بڑے بلاکوں میں تقسیم کر دیا، اور چھوٹے ممالک اپنی بقا کے لیے ان بڑی طاقتوں کے زیر اثر رہنے پر مجبور ہو گئے۔ اس دور میں عالمی سیاست میں خوف، عدم اعتماد، اور تناؤ غالب رہے، جو معاندانہ رویوں کے عروج کا مظہر تھے"۔[11]

مہتاب منظر کے اقتباس میں سرد جنگ کے دوران امریکہ اور سوویت یونین کے درمیان معاندانہ رویوں کو عالمی سیاست میں قومی مفاد کی برتری کے تناظر میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد دونوں ممالک نے اپنے نظریاتی اور فوجی مفادات کو ترجیح دی، جس

[10] Hans J. Morgenthau, Politics Among Nations: The Struggle for Power and Peace (New York: McGraw-Hill, 1948), 117.

[11] Mahtāb Manẓar, Bain al-Aqwāmī Siyāsat (Dihlī: ʻAfīf Printers, 1999), 37.

سے سرد جنگ کا آغاز ہوا۔ امریکہ اور سوویت یونین نے ایک دوسرے کے خلاف طاقت کا توازن قائم کرنے کے لیے نہ صرف پروپیگنڈا کیا بلکہ اپنی فوجی طاقت میں بھی اضافہ کیا۔ اس کے نتیجے میں دنیا کے چھوٹے ممالک بھی ان دو بڑی طاقتوں کے زیر اثر آ گئے، کیونکہ وہ اپنی بقا کے لیے کسی ایک طاقت کے سائے میں رہنا ضروری سمجھتے تھے۔ قومی مفاد کی برتری نے عالمی سیاست کو دو بلاکوں میں تقسیم کر دیا، اور دنیا ایک مستقل تناؤ اور خوف کی حالت میں آ گئی۔ اس دور میں دونوں ممالک نے اپنی طاقت کو برقرار رکھنے کے لیے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا، جس میں ڈپلومیسی، سماجی اور ثقافتی محاذ پر ایک دوسرے کو شکست دینا شامل تھا۔ یہ مثال واضح کرتی ہے کہ قومی مفاد کی برتری نے معاندانہ رویوں کو کس طرح فروغ دیا، جس سے نہ صرف عالمی امن متاثر ہوا بلکہ دنیا کو دو طاقتور بلاکوں کے درمیان تقسیم کر دیا گیا۔

جدید دور میں معاندانہ رویے

جدید دور میں معاندانہ رویے ماضی کے مقابلے میں زیادہ پیچیدہ اور منظم ہو چکے ہیں۔ یہ رویے اب صرف جسمانی تصادم تک محدود نہیں رہے، بلکہ نفسیاتی، معاشرتی اور سیاسی سطحوں پر بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ عالمی جنگوں اور سرد جنگ نے ان رویوں کو مزید پیچیدگی عطا کی، جہاں مختلف نظریاتی، سیاسی اور قومی مفادات نے معاندت کو بڑھاوا دیا۔

عالمی جنگیں:

پہلی اور دوسری عالمی جنگیں معاندانہ رویوں کی انتہا کی مثال ہیں۔ پہلی عالمی جنگ میں قوم پرستی، استعماری عزائم، اور طاقت کے حصول کی خواہش نے مختلف اقوام کو ایک دوسرے کے خلاف کھڑا کر دیا۔ یہ جنگ دنیا بھر میں لاکھوں افراد کی ہلاکت کا سبب بنی اور معاندانہ رویے عالمی سطح پر فروغ پائے۔ دوسری عالمی جنگ میں، فاشزم اور نازی ازم جیسے نظریات نے دشمنی اور نفرت کو اور بڑھا دیا۔ ہٹلر کی قیادت میں نازی جرمنی نے یہودیوں اور دیگر اقوام کے خلاف معاندانہ پالیسیوں کو اپنایا، جس کا نتیجہ ہولوکاسٹ اور لاکھوں افراد کی جانوں کے ضیاع کی صورت میں سامنے آیا۔ اس سے متعلق ڈاکٹر محمد اکرم رشید لکھتے ہیں:

> "پہلی عالمی جنگ کے آغاز کا سبب قوم پرستی اور استعماری طاقتوں کی ہوس تھی، جس نے یورپ کو جنگ کی آگ میں جھونک دیا۔ یہ جنگ محض زمین اور وسائل کے حصول تک محدود نہیں رہی بلکہ طاقت کی ہوس اور برتری کے دعوؤں نے اس معاندت کو مزید ہوا دی۔ دوسری جانب، دوسری عالمی جنگ میں فاشزم اور نازی ازم نے دنیا کو خوفناک معرکوں میں مبتلا کر دیا، جہاں نفرت، نسل پرستی، اور سیاسی بالادستی کے نظریات نے لاکھوں افراد کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ یہ جنگیں انسانی تاریخ میں معاندانہ رویوں کی بدترین مثالیں ہیں، جہاں دشمنی اور طاقت کی ہوس نے اخلاقی حدود کو پامال کیا۔[12]"

اس اقتباس میں مصنف نے پہلی اور دوسری عالمی جنگوں میں معاندانہ رویوں کی شدت اور ان کے نتائج کو بیان کیا ہے۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران قوم پرستی اور استعماری عزائم نے عالمی سطح پر دشمنی کو ہوا دی، جبکہ دوسری عالمی جنگ میں فاشزم اور نازی ازم جیسے نظریات نے نفرت اور معاندت کو مزید بڑھاوا دیا۔ یہ جنگیں انسانی تاریخ میں طاقت کے غلط استعمال اور معاندانہ رویوں کی انتہا کو ظاہر کرتی ہیں۔

سرد جنگ:

---

[12] Muḥammad Akram Rashīd, ʿĀlamī Tārīkh ke Sangīn Mauṛ (Lahore: Nafīs Academy, 2005), 215.

دوسری عالمی جنگ کے خاتمے کے بعد، سرد جنگ کا دور شروع ہوا۔ اس دوران امریکہ اور سوویت یونین کے درمیان نظریاتی معاندت نے دنیا کو دو بڑے بلاکس میں تقسیم کر دیا۔ اگرچہ اس دوران براہِ راست جنگ نہیں ہوئی، لیکن دونوں طاقتوں کے درمیان پراکسی جنگیں، جاسوسی، اور پروپیگنڈا جیسے نفسیاتی اور سیاسی ہتھکنڈے استعمال کیے گئے۔ اس معاندت نے نہ صرف دونوں طاقتوں کے درمیان کشیدگی کو بڑھایا بلکہ عالمی سطح پر بھی عدم استحکام کا باعث بنی۔ سرد جنگ کا دور اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ معاندانہ رویے صرف میدانِ جنگ تک محدود نہیں ہوتے، بلکہ انہیں معاشرتی اور نفسیاتی سطح پر بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ یہ تمام عوامل جدید دور میں معاندانہ رویوں کی مختلف شکلوں کو نمایاں کرتے ہیں۔ اس حوالے سے Gaddis, John Lewis لکھتا ہے:

> "The Cold War was not marked by direct military confrontation between the United States and the Soviet Union, but by a deep ideological struggle that divided the world into two distinct blocs. This period saw the rise of proxy wars, where the two superpowers supported opposing sides in conflicts around the globe. Additionally, espionage, propaganda, and economic pressure were used as tools of influence and control"[13]

> "سرد جنگ کا دور امریکہ اور سوویت یونین کے درمیان براہ راست فوجی تصادم سے نہیں، بلکہ ایک گہری نظریاتی کشمکش سے نشان زد تھا جس نے دنیا کو دو مختلف بلاکس میں تقسیم کر دیا۔ اس دوران پراکسی جنگوں میں اضافہ ہوا، جہاں دونوں سپر پاورز دنیا بھر کے تنازعات میں مخالف فریقین کی حمایت کرتی تھیں۔"

جان لیوس گیڈیس کی کتاب The Cold War: A New History میں دیے گئے اقتباس کے مطابق، سرد جنگ کا بنیادی عنصر نظریاتی اختلافات تھے۔ امریکہ اور سوویت یونین نے براہ راست فوجی تصادم کے بجائے مختلف ممالک میں جاری تنازعات میں مخالف فریقین کی حمایت کی، جو پراکسی جنگوں کا باعث بنے۔ مثال کے طور پر، کوریا اور ویتنام کی جنگیں ایسی ہی پراکسی جنگوں کی نمایاں مثالیں ہیں، جہاں دونوں سپر پاورز نے اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے بالواسطہ طور پر جنگ لڑی۔ اس دوران، جاسوسی اور پروپیگنڈا کو بھی بڑے پیمانے پر استعمال کیا گیا۔ امریکہ اور سوویت یونین دونوں نے ایک دوسرے کی جاسوسی کرنے کے لیے خفیہ ایجنسیوں کا استعمال کیا، جبکہ پروپیگنڈا کے ذریعے اپنے نظریات کو دنیا بھر میں پھیلانے کی کوشش کی۔ یہ نظریاتی معاندت تقریباً نصف صدی تک جاری رہی، جس نے عالمی سیاست کو شدید متاثر کیا۔ یہ معاندانہ رویے اگرچہ براہ راست جنگ کی شکل میں ظاہر نہیں ہوئے، لیکن انہوں نے دنیا کو مستقل کشیدگی اور بے اعتمادی کی فضا میں رکھا، جسے "کولڈ وار" یعنی سرد جنگ کہا جاتا ہے۔

معاندانہ رویوں کے عروج کا قرآنی حل (اسلامی اقدار کی رو سے):

اسلامی اقدار کی بنیاد قرآن اور سنت میں گہرائی سے رکھی گئی ہے، اور یہ اقدار نہ صرف مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہیں بلکہ ایک منظم اور پرامن معاشرے کی تشکیل کے لیے بھی اہم ہیں۔ قرآن مجید اور سنتِ نبوی ﷺ مسلمانوں کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتے ہیں، جو زندگی کے ہر پہلو کو احاطہ کرتی ہیں۔ ان میں اخلاقی تعلیمات، عدل و انصاف کا قیام، سماجی مساوات، صبر و تحمل، اور دوسروں کے ساتھ احسان کرنے کی تعلیمات شامل ہیں۔ قرآن اور سنت کی روشنی میں اسلامی اقدار کو سمجھنا اور ان کا اطلاق مسلمانوں کی ذاتی اور اجتماعی زندگی کے لیے نہایت ضروری ہے۔ ذیل میں اسلامی اقدار سے متعلق تفصیل پیش کی جاتی ہے:

[13] John Lewis Gaddis, The Cold War: A New History (New York: Penguin Press, 2005), 78.

1: سچائی (الصدق)

اسلام میں سچائی کی بہت اہمیت ہے اور اسے ہر مسلمان کے لیے بنیادی اخلاقی قدر قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی اخلاقیات میں سچائی (الصدق) کو ایک اہم اور بنیادی قدر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں بار بار سچائی کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو اس کی پیروی کی ہدایت کی گئی ہے۔ سچائی وہ اخلاقی صفت ہے جس پر نہ صرف فرد کی ذاتی زندگی بلکہ پورے معاشرتی نظام کا انحصار ہے۔ سچائی کی بنیاد پر ہی اعتماد اور انصاف کا قیام ممکن ہے، اور ایک مضبوط اور پرامن معاشرت کی تعمیر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سچائی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ"۔[14]

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سچائی پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے اور جھوٹ سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔ یہ حکم تقویٰ کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے، یعنی سچائی کو اپنانا اللہ کے خوف اور اس کی رضا کی علامت ہے۔ جو لوگ سچ بولتے ہیں اور سچائی پر قائم رہتے ہیں، وہ اللہ کے پسندیدہ بندے ہوتے ہیں، اور یہ رویہ انہیں دنیا اور آخرت میں کامیاب بناتا ہے۔ اسی طرح، قرآن مجید میں جھوٹ سے بچنے کی تاکید بھی کی گئی ہے:

"وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ"۔[15]

ترجمہ: "اور جھوٹی بات سے بچو۔"

اس آیت میں جھوٹ بولنے کی ممانعت کی گئی ہے اور مسلمانوں کو جھوٹے کلام سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جھوٹ نہ صرف ذاتی اور معاشرتی تعلقات کو نقصان پہنچاتا ہے بلکہ یہ اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ عمل ہے۔ اسلام میں جھوٹ کو ایک گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے، اور سچائی کو ہمیشہ اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ سچائی کی اس اہمیت کو نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ سے بھی واضح طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں سچائی کی نمایاں مثالیں ملتی ہیں۔ آپ ﷺ کو "الصادق" (سب سے سچا) کا لقب دیا گیا تھا، کیونکہ آپ ﷺ نے ہمیشہ سچائی کو اپنایا اور کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اسلامی معاشرت میں سچائی کا کردار بہت اہم ہے۔ سچائی پر مبنی معاشرت میں اعتماد اور بھائی چارے کی فضا قائم ہوتی ہے۔ جب افراد سچائی کو اپناتے ہیں، تو وہ دوسروں کے ساتھ دھوکہ دہی اور فریب سے بچتے ہیں، جس سے معاشرت میں انصاف اور مساوات کا قیام ہوتا ہے۔

2: عدل و انصاف

اسلامی تعلیمات میں عدل و انصاف کو بھی انتہائی اہمیت دی گئی ہے۔ قرآن مجید میں بار بار انصاف کے قیام پر زور دیا گیا ہے، اور مسلمانوں کو ہر حال میں انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے، خواہ وہ کسی قریبی رشتہ دار یا خود اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ"۔[16]

---

[14] Al-Tawbah, 9:119.

[15] Al-Ḥajj, 22:30.

[16] Al-Nisā', 4:135.

ترجمہ: "اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو، اللہ کی خاطر گواہی دو، خواہ وہ تمہارے اپنے خلاف ہو یا والدین اور رشتہ داروں کے خلاف۔"

اسلامی اقدار میں عدل، انصاف، سچائی اور ایمان کا اہم کردار ہے۔ قرآن مجید اور سنت کی تعلیمات مسلمانوں کو ہر حال میں انصاف پر قائم رہنے اور سچائی کی گواہی دینے کا حکم دیتی ہیں، چاہے اس میں ان کا ذاتی نقصان ہو۔ یہ اصول معاشرتی عدل و انصاف کو فروغ دیتے ہیں اور ایک پر امن اور منصفانہ معاشرت کی تشکیل کا سبب بنتے ہیں۔

3:صبر

صبر ایک اہم اخلاقی صفت ہے جسے قرآن مجید میں بہت زیادہ سراہا گیا ہے۔ قرآن کی متعدد آیات میں صبر کی فضیلت اور اس کے نتائج بیان کیے گئے ہیں۔ صبر کا مطلب ہے کہ انسان مشکلات، آزمائشوں اور مصائب کے دوران ثابت قدم رہے اور اللہ کی رضا کی خاطر اپنے فرائض کو پورا کرتا رہے۔ قرآن مجید میں صبر کو ایمان کی علامت اور ایک اعلیٰ صفت قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ"۔[17]

ترجمہ: "اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد طلب کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو صبر اور نماز کے ذریعے مشکلات میں مدد حاصل کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا کہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے، یعنی جو لوگ مشکلات میں ثابت قدم رہتے ہیں اور اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں، ان پر اللہ کی رحمت اور نصرت ہوتی ہے۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ صبر اور نماز مومن کی زندگی میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے:

"وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ"۔[18]

ترجمہ: "اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دو۔"

یہ آیت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ صبر کرنے والوں کے لیے اللہ کی طرف سے دنیا و آخرت میں بڑی خوشخبریاں ہیں۔ صبر کا مطلب صرف مشکلات کو برداشت کرنا نہیں، بلکہ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے ثابت قدمی سے مشکلات کا سامنا کرنا ہے۔

صبر قرآن مجید کی روشنی میں مومن کی زندگی کا ایک لازمی جزو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صبر کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے اور اس کے بدلے میں دنیا اور آخرت میں بے حساب اجر کا وعدہ کیا ہے۔ صبر کرنے والے اللہ کے قریب ہوتے ہیں اور ان پر اللہ کی مدد اور رحمت نازل ہوتی ہے۔

4:مساوات

اسلام میں تمام انسانوں کو برابر تسلیم کیا گیا ہے اور کسی کو نسل، زبان، رنگ یا قوم کی بنیاد پر برتر نہیں قرار دیا گیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[17] Al-Baqarah, 2:153.

[18] Al-Baqarah, 2:155.

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ"۔[19]

ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

اسلامی مساوات کا یہ اصول دنیا کے کسی بھی معاشرت میں عدل و انصاف اور بھائی چارے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ یہ اصول سماجی عدل کے قیام کو یقینی بناتا ہے اور معاشرت میں تقسیم اور فرقہ واریت کو ختم کرتا ہے۔

سنت میں، نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ان اقدار کا عملی اطلاق دیکھنے کو ملتا ہے، جیسے صبر و تحمل، احسان، اور مساوات، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ اسلامی اقدار کا بہترین عملی نمونہ ہے، جن میں صبر و تحمل، احسان، اور مساوات کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے مختلف مواقع پر ان اخلاقی اصولوں کا عملی اطلاق کیا اور ان کے ذریعے امت کے لیے رہنمائی کا ذریعہ فراہم کیا۔ ان اقدار کو اپنانا ایک مسلمان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کا باعث بنتا ہے اور اسلامی معاشرت کے قیام میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

5: صبر و تحمل:

صبر و تحمل کا مظاہرہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو تھا۔ مکہ میں ابتدائی دور میں آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو شدید تکالیف اور ظلم کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آپ ﷺ نے ہمیشہ صبر سے کام لیا۔ طائف کا واقعہ اس کی ایک بڑی مثال ہے، جہاں طائف کے لوگوں نے آپ ﷺ کو پتھر مار کر زخمی کیا، لیکن آپ ﷺ نے ان کے لیے بد دعا کرنے کے بجائے ان کی ہدایت کی دعا کی۔

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ"۔[20]

ترجمہ: "کسی کو بھی صبر سے بہتر اور وسیع عطا نہیں دی گئی۔"

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے صبر کی اہمیت کو واضح کیا ہے کہ صبر ایک ایسی عظیم نعمت ہے جو ہر انسان کو عطا نہیں ہوتی، اور جو اس نعمت کو حاصل کر لیتا ہے، وہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہوتا ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کا صبر اور معافی کا مظاہرہ دنیا کے لیے ایک مثال ہے۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کو معاف کر دیا جنہوں نے آپ کو تکلیفیں دیں، اور فرمایا: "آج تم پر کوئی گرفت نہیں، تم سب آزاد ہو"۔

---

[19] Al-Ḥujurāt, 49:13.

[20] Muḥammad bin Ismāʿīl Bukhārī, Ṣaḥīḥ Bukhārī (Lahore: Qadīmī Kutub Khānah, 1997), 2:101, ḥadīth no. 1469.

6: مساوات:

نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں مساوات کی اعلیٰ مثالیں پیش کیں۔ آپ ﷺ نے عرب کے اس معاشرے میں مساوات کا درس دیا جہاں نسل، رنگ، اور قبیلے کی بنیاد پر تفریق عام تھی۔ اسلام نے انسانوں کے درمیان ہر قسم کی تفریق کو ختم کیا اور مساوات کو فروغ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، كُلُّكُمْ لِآدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ، لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ إِلَّا بِالتَّقْوَى"۔[21]

ترجمہ: "اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، سوائے تقویٰ کے۔"

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے انسانوں کے درمیان ہر قسم کی نسلی، لسانی اور قومی تفریق کو ختم کر دیا اور تقویٰ کو فضیلت کا معیار قرار دیا۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں غلاموں اور آزاد لوگوں کے درمیان بھی مساوات قائم کی، جس کی مثال حضرت بلالؓ کا مقام ہے، جو ایک غلام تھے لیکن آپ ﷺ نے انہیں اسلام میں اعلیٰ مقام عطا کیا۔

خلاصہ:

عالمی سیاست میں معاندانہ رویوں کا قرآنی حل اسلامی اقدار کی روشنی میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ اقدار، جن میں سچائی، انصاف، صبر، اور مساوات شامل ہیں، نہ صرف ایک انفرادی سطح پر بلکہ عالمی سطح پر بھی امن اور تعاون کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ معاندانہ رویوں کی جڑیں عام طور پر عدم انصاف، طاقت کے غلط استعمال، اور ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش میں پائی جاتی ہیں۔ اگر عالمی سیاست میں اسلامی اقدار کو اپنایا جائے، تو سچائی اور انصاف کے اصولوں کے ذریعے ریاستوں کے درمیان تعلقات زیادہ شفاف اور منصفانہ ہو سکتے ہیں۔ اس سے عدم اعتماد اور دشمنی کی فضا کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ مزید بر آں، صبر اور برداشت جیسے اقدار عالمی سیاست میں تنازعات کے پر امن حل کے لیے ضروری ہیں۔ صبر، سیاست دانوں کو فوری ردعمل کے بجائے طویل المدتی سوچ اپنانے کی ترغیب دیتا ہے، جس سے مسائل کا مستقل حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ مساوات کی بنیاد پر عالمی تعلقات قائم کرنے سے طاقتور اور کمزور ممالک کے درمیان تفریق ختم ہو سکتی ہے، اور معاندانہ رویے زائل ہو سکتے ہیں۔ اسلامی اقدار عالمی سیاست میں توازن، امن، اور تعاون کو فروغ دینے کا ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہو سکتی ہیں۔

تجاویز و سفارشات:

- **اسلامی اقدار کے تحت مذاکرات اور صلح کو فروغ دینا:**

اسلامی تعلیمات میں صلح اور مذاکرات کو اہمیت دی گئی ہے۔ عالمی سیاست میں معاندانہ رویوں کا خاتمہ کرنے کے لیے سفارتی چینلز کے ذریعے مذاکرات کو فروغ دینا ضروری ہے۔ طاقت کے استعمال کے بجائے، باہمی مشاورت اور مفاہمت سے مسائل حل کرنے کی کوشش کی جائے۔

---

[21] Aḥmad bin Ḥanbal, Musnad Aḥmad (Beirūt: Dār al-Fikr, 1993), 5:411, ḥadīth no. 23489.

- **عالمی سطح پر انصاف پر مبنی قوانین کا نفاذ:**

معاندانہ رویوں کا بڑا سبب عالمی سطح پر عدم انصاف ہے۔ اسلامی اقدار کی روشنی میں، تمام اقوام کے لیے ایک منصفانہ قانونی ڈھانچے کی ضرورت ہے جو ہر ملک کے حقوق کا احترام کرے اور طاقتور اور کمزور ممالک کے درمیان توازن پیدا کرے۔

- **برداشت اور رواداری کو فروغ دینا:**

اسلامی تعلیمات صبر اور رواداری کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں۔ عالمی سیاست میں دشمنی کو کم کرنے کے لیے رواداری اور اختلافات کو برداشت کرنے کی ثقافت کو فروغ دیا جائے۔ اس سے عالمی تنازعات کی شدت میں کمی اور تعاون کی فضا کو بڑھانے میں مدد ملے گی۔